حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

# اپنی عظمت، تشخص اور امتیازات کو زندہ کیجئے

ملّت مسلمہ کو دیوبند کا پیغام

دیوبندیت کے چار عناصر کیا ہیں؟

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے یہ تقریر دار العلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کے موقع پر اس عظیم مجمع کے سامنے کی تھی جس میں ہند و پاک کے لاکھوں فرزندانِ توحید کے علاوہ ایشیا و افریقہ خصوصاً عالم عربی کے بیشتر تعلیمی مراکز کے اہم اور ممتاز و منتخب نمائندے موجود تھے۔ پاکستان کے مقتدر عالم مفتی محمود نے مولانا کی تقریر کی زبردست تائید کی اور اس پر ان کو مبارکباد پیش کی سامعین کی اکثریت نے مولانا کی تقریر کو حاصل جلسہ اور اس سفر کا بہترین تحفہ قرار دیا۔ ذیل میں ہم اس تقریر کی تلخیص پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ " ادارہ "

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآواکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون۔

میرے بھائیو! عزیزو اور دوستو!

میں نے آپ کے سامنے سورۂ انعام کی یہ آیت پڑھی جو فوری طور پر میرے ذہن میں آئی، کسی غیبی طاقت نے میرے کان میں کہا، اس عظیم مجمع کو دیکھو جو لاکھوں کی تعداد میں تمہارے سامنے ہے۔ اس غیر معمولی تعداد کا تصوّر پہلی صدی ہجری میں بڑے سے بڑا جنگجو، غیر معمولی دور بیں، حوصلہ مند، صاحبِ فراست اور بڑے سے بڑا پیشن گوئی کرنے والا بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا ہی میں نہیں پورے کرۂ ارض میں بھی نہیں، ایک ایسے قصبہ میں جو جزیرۃ العرب سے سات سمندر پار ہے۔ اور جو زبان، تہذیب، قانون، قومیت اور نسل و مذہب کسی بھی رشتہ سے جزیرۃ العرب سے منسلک نہیں۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو سکے گی، قرآن مجید کی اس آیت پر دوبارہ غور کیجئے اور پہلی صدی ہجری کے، ان حالات کو یاد کیجئے جو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں پیش آئے تھے ـــــــ قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب

کرکے (جن کی تعداد اس وقت چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔) کہتا ہے "جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔ ہر وقت ڈرتے تھے کہ تم کو کوئی جھپٹا مار کر اچک نہ لے جائے۔ یہاں پر قرآن مجید نے تخطّف کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی جھپٹا مارنا اور اڑ کر لے جانا ہے۔ حالت یہ تھی کہ تم لقمۂ تر تھے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو تو چھوڑیئے کہ حجاز بلکہ صرف قریش کا قبیلہ ہمیشہ کے لئے اس چراغ کو گل کرنے کے لئے کافی ہوتا۔ قرآن مجید کے اندر مندرجہ ذیل آیت میں پھونک مار کر بجھانے کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم۔ یہ صرف ادبی لفظ نہیں اس کے سارے الفاظ معجز ہیں، اس لفظ میں ایک سچی اور صحیح تصویر ہے۔ حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا چراغ اور اسلام کے چراغِ نور کو ہر وقت گل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بجھانے کے لئے کسی پنکھے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ وہ منہ کے پھونک سے بجھایا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو تین جگہ قرآن مجید میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کے حالات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فآواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون۔ اور تم کو پناہ دی اور تم کو نصرتِ خداوندی اور آسمانی مدد کے ذریعہ تمہاری تائید کی اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حلال و پاک چیزوں میں سے تم کو عطا فرمایا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ طیبات کا لفظ عام ہے سلطنت سے لیکر مطلق العنان و باختیار سلطنت تک اور سلطنت کے دنوں میں جو عزت ہوتی ہے۔ جو اعزاز و اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جو قانون سازی کی طاقت، آزادی و خود مختاری اور بلندی و برتری حاصل ہوتی ہے۔ یہ سب طیبات میں آتا ہے۔ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون۔ کہ شاید تم شکر کرو، اور تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔

آج میں انسانوں کا جنگل دیکھ رہا ہوں اور اس وقت کو یاد کر رہا ہوں جب چند ہزار مسلمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ احسان جتلایا تھا، لیکن آج ہماری کیا حالت ہوگئی ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک قصبہ میں دین کے خادموں کی ایک آواز پر دنیا کے دور دراز گوشوں سے کتنے انسانوں کو جمع کر دیا ہے، ہر ملک کے لوگ یہاں اس طرح جمع ہوگئے ہیں۔ اگر بے ادبی نہ ہو تو بلاتشبیہ میدانِ عرفات کا نقشہ یہاں دکھائی دے رہا ہے۔ جو طاقت مسلمانوں کو میدانِ عرفات میں جمع کرتی ہے وہی طاقت اور سنتِ ابراہیمی کی وہی کشش ہے جس نے آج اس قصبہ میں لاکھوں مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔

مکہ مکرمہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سنتِ ابراہیمی اور سنتِ محمدی کی وجہ سے مدرسہ میں اگر مسلمان جمع

ہوتے ہیں تو اس میں بھی سنتِ ابراہیمی اور نظامِ محمدی کی کشش کو دخل ہے اور آج بھی اس آواز میں وہ غیر معمولی طاقت اور کشش ہے جس کو اگر مسلمان سمجھ لیں تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت میں وہ اثر اور طاقت نہیں جو اب بھی ایمان کی آواز میں ہے۔ اقوامِ متحدہ سو بار جئے سو بار مرے، امریکہ اور روس جیسی بڑی بڑی طاقتیں مر مر کے زندہ ہوں پھر بھی ان کی آواز میں وہ طاقت و تاثیر نہیں جو اسلام کی آواز میں ہے جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح آج بھی اس آواز میں وہ کشش، توانائی اور مسیحائی ہے جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے۔ ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے قلیل تعداد کو کثیر تعداد پر غالب کر دیا۔

میں نے عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو لا شیٔ سے کل شیٔ بنا دیا۔ اور میں آپ سے ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں کہ آپ کچھ نہ تھے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے طفیل میں عطا کر دیا۔

ذرا سوچئے تو سہی، آپ ہندوستان میں کس چیز کی پرستش کر رہے تھے۔؟ شجر و حجر سے کہ ہر چیز آپ کے لئے معبود و مسجود بننے کے لائق تھی۔ پستیوں، ذلتوں، جہالتوں اور شقاوتوں کے اس بحرِ ظلمات سے آپ کو کس نے نکالا؟ یہ وہی انبیائے کرام کی دعوت تھی جو آخری طور پر قیامت تک کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس دنیا کو پہنچی۔ اگر عربوں پر یہ احسان ایک مرتبہ ہے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان سو بار ہے۔ میں عربوں سے بار بار خطاب کرتا ہوں اور ان کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوں، یہ ان کی عالی ظرفی اور کریم النفسی ہے کہ جب میں نے ان کو جھنجھوڑا تو جھک گئے اور جب بھی میں نے ان کو پکارا تو انہوں نے آواز دی اور جب بھی ان کا ایک محتسب کی طرح احتساب کیا انہوں نے اس کو برداشت کیا۔ حالانکہ مجھے اس کا کوئی حق نہ تھا میں تو اس میخانہ کا ایک ادنیٰ مے خوار ہوں۔ اب میں آپ سے کہوں گا۔ اور سو بار کہوں گا کہ خود کو یاد کریں کہ آپ کہاں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہاں پہنچا دیا۔؟

میرے دوستو اور بزرگو! آپ اپنی حقیقی عظمت کے راز کو سمجھئے کہ دنیا میں اب تک ہزاروں طوفان، آندھی اور سیلاب کے باوجود آپ اب تک کیوں باقی ہیں۔؟ ایک ہندوستان ہی کی تاریخ کو دیکھ لیجئے، یہ زمین جس کو حالی نے اکّال الارض اور ہندوستانی تہذیب و مزاج کو اکال الامم سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی جو قوم یہاں آئی وہ تحلیل ہو گئی اور اس نے اپنی قومی خصوصیات و امتیازات کو کھو دیا۔ اور ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کا منظر سامنے آتا رہا۔ اس میں نہ تو آریائی نسلیں باقی رہیں اور نہ دوسری قومیں۔ جو بھی یہاں آیا وہ اس کے رنگ میں رنگ گیا۔ لیکن وہ کیا چیز تھی جس نے آپ کو اپنے تشخص کے ساتھ باقی رکھا ہے؟ وہ ہے عقیدۂ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار اور اس کے سامنے ساری طاقتوں

کا انکار - اور- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر ہم اس قابل ہوئے کہ اس منظر کو دیکھ سکیں۔ ہم ان عربوں کو اس لئے جمع کرتے ہیں کہ ان سے ملیں اور ان سے کہیں کہ اے ہمارے مرشدو! اے ہمارے استاذو! تم نے ہم کو جو سبق پڑھایا تھا اور جو مبلغ ہندوستان بھیجے تھے ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں اور ہم کندۂ ناتراش نہیں ثابت ہوئے۔ محمد بن قاسم الثقفی اور دوسرے بزرگانِ دین (خواہ وہ براہ راست عرب سے آئے یا دوسرے ملکوں سے ہوکر) جو سبق لے کر آئے تھے وہ سبق ہم نے یاد رکھا اور ہم نے آپ کو اسی لئے بلایا ہے کہ ہم اپنا سبق سنائیں اور یہ زبان حال سے سن رہے ہیں۔ اور حیرت زدہ ہیں کہ اس ہندوستان میں اتنے غیور مسلمان، شمع اسلام کے اتنے پروانے اسلام کی شمع کو اس طرح جلا سکتے ہیں اور علم کی شمع پر اتنے پروانے جمع ہو سکتے ہیں۔ ہم نے ان عربوں کو دارالعلوم کی تاریخ سنانے اور اس کے کارناموں کی عظمت سے باخبر کرنے کے لئے جمع نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہم انہیں کے مشہور شاعر ابو فراس ہمدانی کا وہ شعر سنانا چاہتے ہیں جس میں اس نے کہا تھا:

صنائع فاق صانعها ففاقت
وغرس طاب غارسه فطابا
وکنا کالسهام اذا اصابت
مراميها فراميها اصابا

(کارنامے جن کو بنانے والے بڑے بلند و عالی مرتبہ تھے۔ وہ بڑے روشن ہیں، وہ پودا جس کا لگانے والا بڑا شریف، بڑا عالی استعداد تھا وہ پودا خوب کامیاب نکلا اور خوب برگ و بار لایا۔

ہم تو تیر تھے، جب تیر انداز نے کمان میں جوڑ کر ان تیروں کو چلایا تو وہ اپنے نشانے پر بیٹھے، تو تیروں کی تعریف ہے اور تیر انداز کی بھی تعریف ہے۔)

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عظمت اور تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیئے۔ ہم مسلمان ہیں، ہم کو اس کا اقرار ہے، ہم اس ملک میں پورے اسلامی امتیازات اور مکمل اسلامی تشخصات کے ساتھ باقی رہیں گے یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

بزرگو اور دوستو! ہجرت کا فلسفہ کیا ہے، ہجرت کا شرعی حکم کیوں ہے؟ اسی لئے کہ جس زمین پر احکام اسلام پر عمل نہ ہو سکے اس سرزمین کو چھوڑ دینا فرض ہے، ہم اس ملک میں اس حالت میں نہیں رہ سکتے کہ ہم اپنے تمام تشخصات و امتیازات سے دستبردار ہو جائیں اور اپنے مابہ الامتیاز عقائد کو چھوڑ دیں، اپنے عقیدۂ توحید و رسالت، ایمان بالآخرۃ سے دست کش ہو جائیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت اور آپ کی سنت پر چلنے کے جذبہ سے ہم خالی اور عاری ہو جائیں۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گذارنے

پہ ہرگز راضی نہیں بن کو صرف راتب چاہیئے اور ان کو Self Security چاہیئے کہ ان کو کوئی مارے نہیں۔
ہم ہزار بار ایسی زندگی گذارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اس سرزمین پہ اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ ہم تراویح اور اشراق و تہجد تک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ ہم ایک ایک سنت کو سینے سے لگا کر رہیں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بلکہ کسی نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن۔ عزیزو اور دوستو! اس وقت جب کہ پورے ملک اور عالم اسلام کا جوہر اور دل و دماغ ایک جگہ جمع ہے اور یہاں ایسے لوگ جمع ہیں جن کا فتویٰ سکۂ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے۔
میں ان تمام حضرات کی موجودگی میں کہتا ہوں آپ یہاں سے عہد کر کے جائیں کہ ہم کو اس ملک میں مسلمان بن کر ہی رہنا ہے اور ہم کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔

میرے بھائیو! تم اپنی طاقت اور اپنی قوت سے آشنا ہو۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آپ اپنے ساتھ تو انصاف کیجئے۔ مسئلہ ایک مدرسہ یا کسی جامعہ کا نہیں، نہ کسی مکتب خیال کا مسئلہ ہے۔ اور نہ کچھ منصوبوں اور عمارتوں کی تکمیل کا مسئلہ ہے۔ مسئلہ صرف علوم ایمانی کے باقی رکھنے اور اسلامی شخصیت کے تحفظ کا ہے۔ آج مسئلہ ہے اس ملک کی قیادت کا۔ آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کے لئے ہرگز نہیں پیدا کئے گئے اور نہ خدا نے آپ کو اس ملک میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کے حاشیہ بردار ہوں اور آپ لوگوں کے اشاروں کو دیکھیں اور ان کے چشم و ابرو کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رخ پہ جا رہا ہے۔ ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیت کے دھارے کو جانتے ہیں، ہم تو دنیا کی قیادت و امامت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

حضرات! آج ملک خودکشی کے لئے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کی خندق میں گرنے کے لئے تیار ہے۔
وہ بداخلاقی اور انسانیت کشی کی دلدل میں ڈوب رہا ہے، آپ ہی ہیں جو ہندوستان میں کیا پورے ایشیا میں اس ملک کو بچا سکتے ہیں، آپ اللہ و رسول کی بات کہئے آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اتر آئیں اور آپ سودا کرانے لگیں کہ ہماری بولی بولی جائے، آپ متاعِ نایاب ہیں اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں، کاش! میں آپ کے دلوں اور دماغوں پہ چوٹ لگا سکتا۔ میں صرف آپ سے کہتا ہوں کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کے پاس عقیدۂ توحید اور انسانی

اصول ومساوات ہے، آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے۔ آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں۔ آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرۃ ہے اور جو العاقبۃ للمتقین پر یقین رکھتے ہیں، آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پر رہا کرتی ہے، اور جن کی نگاہ میں مال ومتاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے۔ اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو انتخابات میں کامیابی اور پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! جو دولت کے فلسفہ پر ایمان رکھتا ہے اور ہر چڑھتے سورج کو پوجنے لگتا ہے وہ ڈوب کر رہے گا، اس کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ عرب ممالک اس سے بہتر حالت میں نہیں اور یہ میں آپ سے اردو میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں، میں نے ان سے بارہا کہا ہے:

"لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوها کما تنافسوها فتهلککم کما اهلکتهم۔"

اس کو میں نے مکہ اور مدینہ میں کہا اور ہر جگہ میں نے یہی صدا لگائی کہ وہی بچ سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، اور جو شریعت کو دائمی سمجھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین اور اسکی نصرت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اگر ہندوستانی مسلمان اپنے اندر ایمانی نفس پیدا کرلیں تو آج بھی آتش نمرود سرد پڑ سکتی ہے اور وہی انداز گلستان پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے عزیز اور دوستو! میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور انکی روح کا یہی پیغام ہے، حضرت شیخ الہندؒ اسی میں جھلتے اور جلتے رہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور مولانا مدنیؒ اپنے اپنے خاص طرز اور اسلوب سے اسی کے لئے ہمیشہ سوزاں اور لرزاں رہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں۔ قرآن وسنّت کو سینے سے لگائے رکھیں، اختلافی مسائل چھیڑنے کی بجائے توحید وسنّت پر زور دیں۔ دیوبند کا یہی پیغام ہے اور اسکی یہی خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے سرمایۂ ملت کو بچانے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل کو عوام کے سامنے نہیں لائے۔

یہ دیوبند وارث ہے حضرت مجدد الف ثانی کا، اور اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کو سمجھنا چاہئے۔ یہ میرا مقام نہیں لیکن میں کہتا ہوں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کے وارث ہیں، حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مقتدر بزرگوں میں سے کسی کو بھی اس میں کلام نہیں کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا گلستان اور ان کا مکتب فکر ہے۔ جو دیوبند کی شکل میں اس وقت سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں صحیح العقیدہ درسگاہیں ہیں،

وہ شاہ ولی اللہؒ کی شمع فروزاں اور اسی کی تجلیات ہیں۔

حضرات! میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے لئے قائد کا مقام اختیار کیجیے۔ آپ سمجھئے کہ آپ کی حیثیت ملک میں قائد کی ہے میرے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو یہ کہنا چاہئے کون یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ کیا نبی عربی کے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہوگا، کیا کتاب اللہ کے بعد اور کوئی کتاب آسمان سے نازل ہوگی، کیا شریعت محمدیؐ کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی۔ ہم سے کہنے والا صرف اللہ اس کا رسول ہے۔ ہمارا ساتھ دینے والی ہماری آسمانی کتاب اور سنت رسول ہے۔ آپ یہ عہد کر کے یہاں سے جائیے کہ آپ کو ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں رہنا ہے اور کتاب و سنت کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھنا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ اگر آپ ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہیں تو انشاءاللہ آپ عزت کے ساتھ سربلند اور سرخرو ہیں۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين ۔

حضرات! یہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء جن کو دستار فضیلت ملنے والی ہے۔ ان سے اس درسگاہ کی تین چار اہم خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

- اس درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید و سنت پر اپنی توجہ مرکوز کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلے سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے۔)
- اتباع سنت کا جذبہ اور فکر
- تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر وحضوری اور ایمان و احتساب کا جذبہ۔
- چوتھا عنصر ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش۔

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے، اگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص ــــ فضلائے دارالعلوم دیوبند کا یہ شعار رہا ہے اور وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں۔

اب میں عام آدمیوں سے کہنا چاہتا ہوں اس میں آپ کا بھی حصہ ہے اور یہ صرف فضلاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ آپ بھی یہاں سے پیغام لے کر جائیے کہ عقیدۂ توحید کو سینے سے لگانا ہے اور آپ کے گرد جو شرک اور فتنہ کا دھارا بہہ رہا ہے اس سے الگ رہنا ہے، توحید پر آپ قائم رہیں۔ اتباع سنت اور فرائض کی پابندی کا جذبہ آپ کے اندر ہو اور تعلق مع اللہ کی کوشش کرتے رہیں، آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاکر و مذکور، محب و محبوب اور عبد و معبود کا ہونا چاہئے، یہی تعلق آپ کے دل و دماغ اور آپ کے اعصاب پر حاوی ہونا چاہئے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

■■